حکیم محمود احمد ظفر

تجارت کے اسلامی اصول

اسلام صرف نماز اور روزہ کا دین نہیں ہے بلکہ اس نے اس دنیا کی زندگی میں بھی بھرپور حصہ لینے کی تاکید کی ہے تاکہ ایک انسان کی زندگی دوسرے تمام انسانوں کے لئے نفع بخش ہوسکے۔ اسلام اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک مسلمان عبادت کے لئے یکسوئی یا اللہ پر توکل کے نام سے طلب رزق سے بے پرواہو جائے۔ اور اسلام اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہے کہ آدمی صدقات کے بھروسہ پر بیٹھ جائے جب کہ اس کو ایسے ذرائع میسر ہوں جن کو اختیار کر کے وہ اپنی روزی کما سکتا ہو۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

لا تحل الصدقه لغني ولا لذی مرة سوی

کسی غنی شخص کے لئے صدقہ جائز نہیں اور نہ ہی کسی ایسے شخص کے لئے جو توانا اور تندرست ہو۔ (ترمذی)

ایک شخص سوال کے لئے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرے، اسلام کی نگاہ میں یہ بات نہایت قبیح ہے کیونکہ اس سے اسکی آبرو اور انسانی عظمت و شرافت مجروح ہوتی ہے۔ ایسے شخص کے لئے آپ نے فرمایا کہ گویا وہ اپنے ہاتھ سے انگارے چنتا ہے۔ (کمثل الذی یلقط الجمر)

اس انجام بد سے محفوظ رکھنے کے لئے نبی اکرم نے ایک مسلمان کی عزت و عظمت اور شرافت و نجابت کا تحفظ فرمایا ہے۔ اور اس میں خود اعتمادی، استعفاف اور سوال کرنے سے ہر ممکن احتراز کی تلقین فرمائی ہے۔

لیکن اسلام انسانی مجبوریوں اور ضرورتوں کا بھی پورا پورا لحاظ رکھتا ہے۔ لہذا جب شخص ایسے حالات سے دوچار ہو کہ سوائے سوال کرنے کے اس کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ ہو اس کے لئے سوال کو جائز بھی رکھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سیدنا ابوالبشر قبیصہ بن المخارقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال پیش کر دیا کیونکہ میں نے ایک معاملہ میں ضمانت کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا ٹھہرو، صدقہ کا مال آئے گا تو ہم تمہیں دلوا دیں گے۔ پھر فرمایا قبیصہؓ! سوال کرنا سوائے تین اشخاص کے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ ایک وہ شخص جو کسی کے لئے ضمانت کی ذمہ داری قبول کرے، ایسے شخص کے لئے سوال کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ اسے مطلوبہ مال حاصل نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اسے رک جانا چاہیئے۔

دوسرا وہ شخص جس کا مال کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تباہ اور ضائع ہو جائے۔ ایسے شخص کے لئے سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ اسے گذر بسر کی اشیاء حاصل نہ ہو جائیں۔ اور تیسرا وہ شخص جو فاقہ میں مبتلا ہو یہاں تک کہ اس کے محلہ کے تین سمجھ دار لوگ یہ کہہ دیں کہ فلاں شخص فاقہ زدہ ہے۔ ایسی صورت میں اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ گذر بسر کی اشیاء اسے فراہم نہ ہو جائیں۔ ان تینوں اشخاص کے سوا جو شخص سوال کرتا ہے تو یہ حرام کا مال ہے جسے وہ کھاتا ہے۔ (سحت یا کلھا صاحبہا سحتاً) (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لئے سوائے ان صورتوں کے جن کا حدیث میں ذکر ہے، سوال کرنا جائز نہیں ہے، اسلام نے سوال کے یہ راستے اس لئے مسدود کئے ہیں تاکہ ایک مسلمان کام کر کے اپنی معاش حاصل کرے، خود بھی کھائے اور اپنے بال بچوں کو بھی کھلائے جن کی پرورش کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ ڈالی ہے۔ کام کرنے میں عظمت ہے خواہ وہ کوئی کام ہو۔ اسلام کی نگاہ میں کوئی کام معیوب نہیں اور نہ حقیر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں۔ گھر کے کام کاج بھی کئے۔ ساتھیوں کے ساتھ لکڑیاں بھی اکٹھی کیں۔ بکریوں کا دودھ بھی دوہا اور کبھی کبھی آپ نے اپنا جوتا بھی گانٹھا۔ اس سے بھی یہی بتانا مقصود تھا کہ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی حقیر اور معیوب نہیں ہے بلکہ اس کے کرنے میں ایک انسان میں عظمت پیدا ہوتی ہے۔ اور ذلت اور خست لوگوں کی اعانت پر بھروسہ کرنے میں ہے۔ مانگنے میں ہے اور لوگوں سے سوال کرنے میں ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اس چیز کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''کسی شخص کا رسی لے کر جانا اور لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لانا اور اسے بازار میں فروخت کر دینا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی آبرو کو بچالے، اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے اور پھر لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔'' (بخاری۔ مسلم)

ان تعلیمات سے اسلام نے روزی کمانے کے لئے کوئی نہ کوئی کام کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ وہ کام خواہ زراعت ہو یا تجارت، صنعت ہو یا ملازمت کسی بھی طریقہ سے ہو بشرطیکہ وہ ذریعہ اور طریقہ حرام نہ ہو اور نہ اس سے حرام کی معاونت ہوتی ہو۔ اگرچہ اسلام نے زراعت اور صنعت و حرفت کی بھی تلقین کی ہے، لیکن قرآنی نصوص اور رسول اللہ ﷺ کی سنت نے تجارت کرنے کی پرزور طریقہ سے دعوت دی ہے اور اس مقصد کے لئے سفر کرنے کی بھی ترغیب دی ہے اور اسے ''اللہ کا فضل'' تلاش کرنے سے تعبیر کیا ہے بلکہ تجارت کی غرض سے سفر کرنے والوں کا ذکر مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ کیا ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم میں ایک مقام پر فرمایا!

وآخرون يضربون فى الارض يبتغون من فضل الله وآخرون تقاتلون فى سبيل الله (مزمل : ۲۰)

کچھ لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔ چنانچہ امام قرطبی

نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

فکان ہذا دلیلاً علی ان کسب المال بمنزلتہ الجہاد لانہ جمع مع الجہاد فی سبیل اللہ

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کسب مال بمنزلہ جہاد کے ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اسے جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (تفسیر القرطبی جلد ۱۹ ص ۵۴)

اسی وجہ سے قرآن حکیم میں بحری مواصلات کے ذرائع جو بین الاقوامی تجرات کے لئے نقل و حمل کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر بطور احسان کیا گیا ہے کیونکہ ان ذرائع سے داخلی اور خارجی تجارت کی راہیں کھلتی ہیں۔

مسلمان حج کے موقع پر تجارت کرنے میں انقباض محسوس کرتے تھے کیونکہ حج ایک خالص دینی فریضہ ہے، لیکن حق تعالی شانہ نے واضح طور پر فرمایا۔

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم۔ (البقرۃ ، ۱۹۸)

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو کہ مساجد میں گہری دل چسپی رکھتے تھے ایک مقام پر فرمایا:

رجال لا تلهیهم تجارۃ ولابیع عن ذکر اللہ واقام الصلواۃ وایتاء الزکواۃ۔ (النور ، ۳۷)

ایسے لوگ جنھیں تجارت اور خرید و فروخت، اللہ کے ذکر اور اقامت صلواۃ اور زکواۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلا کہ مسلمان، قرآن حکیم کی نظر میں مسجدوں میں بند ہو کر رہنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی تکیوں کے درویش اور نہ ہی خانقاہوں کے رہبان ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح دنیا میں رہ کر کام کاج کرنے والے لوگ ہیں اور ان کی خصوصیت یہ ہے کہ دنیوی کام انھیں دینی ذمہ داریوں سے غافل نہیں کرتے بلکہ وہ دینی اور دنیوی دونوں امور کو بیک وقت سرانجام دیتے ہیں۔ وہ زراعت بھی کرتے ہیں۔ صنعت و حرفت میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ تجارت بھی کرتے ہیں لیکن یہ سب چیزیں انھیں اللہ کے ذکر سے نہ تو غافل کرتی ہیں اور نہ ہی اقامت صلواۃ اور ادائیگی زکواۃ میں مانع ہوتی ہیں۔

قرآن و سنت نے تجارت کرنے کے لئے کچھ اصول بیان فرمائے ہیں جن پر عمل کرنا ایک مسلمان تاجر کے لئے نہایت ضروری ہے۔ وہ اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تجارت میں پہلا اصول صدقہ و امانت ہے۔ ایک تاجر کو صادق بھی ہونا چاہیئے اور امانت دار بھی۔ ورنہ تجارت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایک تاجر اگر کذب بیانی اور جھوٹ سے کام لے گا تو اس کی تجارت فروغ نہیں پا سکتی۔ کوئی ایک مرتبہ اس پر اعتبار کرے گا۔ دوسری دفعہ کبھی اس پر اعتبار نہیں کرے گا۔ صدقہ و

امانت تجارت کا ایک بنیادی اصول ہے۔ چنانچہ حدیث میں فرمایا۔

التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء (ترمذی)

سچا اور دیانت دار تاجر قیامت کے روز انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ زندگی کے کارزار میں، تجارت میں، صدق وامانت کو قائم رکھنا ایک غیر معمولی بات ہے اور ہر تاجر اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ دنیوی زندگی کے تجربات بتاتے ہیں کہ جہاد صرف میدان قتال ہی میں نہیں ہوتا ہے بلکہ اقتصادی میدان میں بھی جہاد ہوتا ہے۔ لہذا صدق وامانت والا تاجر حقیقتاً شہداء میں سے ہے، اسی وجہ سے ایسے تاجر سے شہداء کی معیت کا وعدہ کیا گیا۔ (ابن، جہ۔ حاکم)

تجارت سے آدمی کے اندر مال کی طمع اور حرص پیدا ہوتی ہے۔ نفع کمانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے کیونکہ مال سے مال پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت حلال و حرام کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ آدمی مزید نفع کی سوچتا ہے خواہ کسی طریقہ سے ہو۔ ایسے مواقع پر دیانتداری اور امانتداری کی حدود کو قائم رکھنا انبیاء اور شہداء کا کام ہے اور ایک مجاہد فی سبیل اللہ ہی ایسا کام کر سکتا ہے۔ لہذا ان تینوں کی معیت کا اللہ کے رسول نے وعدہ فرمایا۔

ایک تاجر پوری زندگی اپنے کیپٹل اور پرافٹ، راس المال اور نفع کے چکر میں پھنسا رہتا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے مال کی محبت فطری طور پر انسان کے دل میں ڈالی ہوئی ہے کہ یہ زینت حیات دنیوی ہے۔ (المال والبنون زينة الحيوة الدنيا) مال کثیر کی طمع اس کے دل میں پیدا کی ہے۔ (وتحبون المال حباً جماً) جو شخص اس چکر میں پڑنے کے باوجود اپنے یقین کو قوی، اپنے دل کو خشیت الٰہی سے معمور اور اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھے اور صدق وامانت کے اوصاف سے متصف ہو وہ یقیناً اور بلاریب انبیاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت کا مستحق ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں مدینہ کی مارکیٹ میں یہودی تاجروں کی اجارہ داری (MONOPLY) تھی۔ مدینہ کی پوری تجارت پر وہ چھائے ہوئے تھے۔ سودی کاروبار اور ہیر پھیر کی تجارت ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے قیام میں جہاں عبادت الٰہی کے لئے تقویٰ کی بنیاد پر مسجد نبوی قائم کی جو عبادت، دعوت اور حکومت کا مرکز تھی، وہاں آپ نے اقتصادی پہلو کی اہمیت کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا اور خالص اسلامی مارکیٹ قائم کر کے یہودیوں کی اجارہ داری اور تسلط کو ختم کیا۔ اس مارکیٹ کا نظام آپ ﷺ نے خود مرتب فرمایا اور آپ اس کی برابر نگرانی بھی فرماتے تھے اور وقتاً فوقتاً اس کے بارہ میں ہدایات بھی جاری فرماتے۔ اس اسلامی مارکیٹ کی یہ خصوصیت تھی کہ اس میں اسلامی اقتصادی ہدایات کے مطابق کام ہوتا تھا اور یہ فریب، دھوکہ دہی، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، سود، ناجائز منافع خوری اور دوسروں کو زک پہنچانے والی تمام باتوں سے یک قلم پاک تھی۔ اسی اسلامی اقتصادی اہمیت کے پیش نظر سیدنا عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ فقہ اسلامی سے واقفیت رکھنے والا شخص ہی ہماری، مارکیٹ میں تجارت کرنے کا حقدار ہے غیر فقیہ شخص اس میں دوکانداری نہ

کرے۔ مقصد یہی تھا کہ یہ اسلامی مارکیٹ اسلامی قوانین کے مطابق چلے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں ہر قسم کے تاجر۔ کاریگر۔ کاشتکار اور دیگر پیشوں کے لوگ موجود تھے۔ انصار مدینہ زیادہ زراعت پیشہ تھے اور ان کے نخلستان تھے۔ لیکن مہاجرین مکہ زیادہ تر تاجر پیشہ تھے۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ، سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور دیگر مہاجر صحابہ کرامؓ کی تجارت کے واقعات تاریخ وسیر کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ زیادہ تر صحابہ کرامؓ تاجر پیشہ تھے اور وہ خالص اسلامی نقطہ نظر سے تجارت کرتے تھے۔

اسلام نے تجارت کے لئے دوسرا اصول یہ بتایا کہ تجارت میں معاہدہ کی پابندی کی جائے۔ خریدار سے جو بات ہو گئی ہے اس کو بروقت پورا کیا جائے۔ یہ نہیں کہ مال گراں ہو گیا۔ سودا سستا کیا تھا........ لہذا اب یا تو ناقص مال دینے کی خواہش ہے یا پھر مال دینے سے انکار۔ اسلام نے ویسے تو ہر معاملہ میں معاہدہ کی پابندی کو لازمی قرار دیا ہے لیکن تجارت میں اس کی پابندی کی خصوصی اہمیت کو اجاگر کیا۔ جو دکاندار معاہدہ کی پابندی نہیں کرتا اس کی تجارت اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔

اسلام میں تجارت جائز بلکہ ضروری ہے، لیکن جس تجارت میں ظلم، فریب، ناجائز نفع اندوزی، احتکار (مال کی بندش) اور ممنوعات کی ترویج جیسی خرابیاں ہوں، اسلام میں وہ تجارت حرام ہے۔ لہذا شراب، مخدرات (DRUGS) خنزیر، بت، مجسمہ وغیرہ جن سے استفادہ حرام ہے، ان کی تجارت کرنا بھی حرام ہے۔ اور ہر وہ کمائی جو ایسی تجارت سے حاصل ہو وہ بھی حرام اور خبیث ہے اور بقول جناب ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام، جو گوشت اس حرام سے پرورش پائے وہ آگ ہی کے لائق ہے۔

جائز تجارت کی صورت میں ایک تاجر کو مندرجہ ذیل باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے، کیونکہ جہاں تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کی معیت میں ہوں گے وہاں بعض تاجروں کو حدیث میں "فجار" کے لفظ سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے باہر نکلے۔ دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا "اے تاجرو!" یہ لفظ سننا تھا کہ تمام تاجروں نے لبیک کہتے ہوئے آپ کے فرمان کو سننے کے لئے اپنی گردنیں اٹھائیں۔
آپ ﷺ نے فرمایا!

"تاجر قیامت کے دن فجار کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، سوائے ان کے جو اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں اور نیک روی اختیار کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں۔ (الا من اتقی اللہ و بر و صدق) (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

ا۔ تاجر کے لئے سب سے پہلی بچنے کی شے جھوٹ ہے۔ جھوٹ ویسے بھی کاروبار اور تجارت کے لئے زہر قاتل ہے۔ جھوٹے تاجر کی بات پر کوئی اعتبار نہیں کرتا اور نہ اس کی بات کو کوئی اہمیت دیتا ہے۔ دینی لحاظ سے بھی ایسا شخص اللہ تعالی کی لعنت (رحمت سے دوری) کا مستحق ہے۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

چنانچہ سیدنا واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لایا کرتے اور

فرماتے...... یا معشر التجار! ایاکم والکذب (طبرانی)......اے تاجرو! جھوٹ سے بچو۔
جھوٹ تجارت کو ختم کر دیتا ہے۔ بد کرداری کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور بد کرداری کا انجام جہنم ہے، لہذا تاجر حضرات کو تجارت میں ہر قسم کے جھوٹ سے احتراز کرنا چاہیئے۔

۲۔ دوسری شئے تجارت کے سلسلہ میں اسلام نے قابل احتراز یہ بتائی کہ تاجر کو بکثرت قسمیں نہیں کھانا چاہیئں۔ قسم کی حرمت اس صورت میں اور زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ جب دھوکہ دہی کے لئے جھوٹی قسمیں کھائی جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کہ

"تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھیں گے۔ اور نہ انھیں پاک ٹھہرائیں گے اور وہ لوگ دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔ ان میں ایک شخص وہ ہوگا جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہوگا۔ (مسلم)

"قسم کھانے سے مال تو فروخت ہو جاتا ہے لیکن برکت اٹھ جاتی ہے۔ (بخاری)

۳۔ ایک مسلمان تاجر کو دھوکہ اور فریب دہی سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے۔ اسلام نے دھوکہ دہی کی تمام صورتوں کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ وہ بیع و شراء سے متعلق ہوں یا دوسرے انسانی معاملات سے متعلق! اسلام کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان ہر معاملہ میں سچائی اختیار کریں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بائع اور مشتری دونوں کو سودا فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہیں ہو جاتے۔ اگر دونوں سچائی سے کام لیں اور عیب بیان کریں تو ان کو سودے میں برکت دی جاتی ہے۔ اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو سودے کی برکت اٹھا دی جاتی ہے۔ (بخاری)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ

"ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک غلہ فروش کے پاس سے ہوا۔ آپ ﷺ کو اس کا وہ غلہ اچھا معلوم ہوا، لیکن آپ ﷺ نے جب ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کی کہ بارش کی وجہ سے نمی پیدا ہو گئی ہے۔ فرمایا پھر اس کو غلہ کے اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم)

سودے کا عیب بیان نہ کرنا یا اس کو چھپانا اسلام میں دھوکہ دہی ہے۔ آج ہم چیز بیچتے وقت اس کا عیب بیان نہیں کرتے تاکہ قیمت میں کمی واقع نہ ہو، لیکن ہمارے اسلاف کی یہ بھی ایک خوبی تھی کہ وہ سودے کا عیب چھپاتے نہیں تھے۔ چنانچہ امام ابن سیرین کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی ایک بکری فروخت کی تو خریدار سے فرمایا میں اس کا عیب بیان کر کے بری الذمہ ہوتا ہوں۔ یہ بکری پاؤں سے چارہ ادھر ادھر پھیلا دیتی ہے۔ ایک ہم ہیں کہ دھوکہ دہی میں طاق اور ماہر ہیں بلکہ اسے ایک فن سمجھتے ہیں۔ ہماری منڈیوں میں وہ تاجر کامیاب سمجھا جاتا ہے جو زیادہ دھوکہ باز اور گاہک کو فریب دینے والا ہو۔

۴۔ ناپ تول میں کمی بھی ایک مسلمان تاجر کے لئے قابل احتراز ہے۔ قرآن حکیم میں ناپ تول میں کمی نہ کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا!

اوفوا الكيل و الميزان بالقسط، لاتكلف نفساً الاوسعها (الانعام : ۱۵۲)

اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔ ہم کسی نفس پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

واوفو الكيل اذاكلتم وزنوا بالقسطاس المستقيم، ذالك خير واحسن تاويلا

اور جب تم ناپو تو ناپ بھر کر دو اور صحیح ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے اور انجام بد کے لحاظ سے خوب تر ہے۔ (الاسراء : ۳۵)

ایسے لوگوں کے لئے قرآن حکیم میں تباہی بتائی گئی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کو یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ (المطففین)

بلکہ قرآن حکیم میں ہے کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم پر صرف اسی وجہ سے عذاب الٰہی نازل ہوا کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتی تھی۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"پانچ چیزوں کی وجہ سے پانچ چیزیں آتی ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو پیداوار میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور وہ قوم قحط میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ (تفسیر القرطبی جلد ۱۹ ص ۲۵۱)

یہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ دو پیمانوں سے ناپے اور دو ترازوؤں سے تولے۔ اسلام ایک پیمانے اور یک ترازو کی تلقین کرتا ہے۔ تاکہ کوئی کمی بیشی نہ ہو۔

۵۔ مجہول شی کی فروخت سے بھی اسلام میں تاجر کو روکا گیا کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی دھوکہ دہی ہے۔ اسلام میں ایسی تمام خرید و فروخت جائز نہیں ہیں جس میں کسی فریق کو نقصان کا اندیشہ ہو اور بعد میں نزاع کا خطرہ۔ چنانچہ کسی جانور کے پیٹ میں بچہ کی فروخت، پانی کے اندر مچھلیوں کی فروخت، اڑتے ہوئے پرندوں کی بیع اور اس قسم کی مجہول اشیاء کی فروخت اسلام کی نگاہ میں جائز نہیں۔

۶۔ احتکار (ذخیرہ اندوزی) سے اجتناب کرنا بھی ایک مسلمان تاجر کے لئے ضروری ہے خصوصی طور پر غلہ کی ذخیرہ اندوزی۔ اسلام اگرچہ بیع و شراء میں مکمل آزادی دیتا ہے لیکن اسے اس بات سے شدید انکار ہے کہ لوگ لالچ اور خود غرضی میں مبتلا ہو کر اپنی دولت میں دن رات اضافہ کرتے چلے جائیں خواہ غذائی اجناس اور قوم کی دیگر اشیائے ضرورت ہی کے ذریعہ کیوں نہ دولت سمیٹی جاسکے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کی نہایت سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ فرمایا

من احتكر الطعام اربعين ليلتہ فقد برئ الله منہ (مسند احمد)

جس نے ۴۰ دن تک غلہ روکے رکھا اس سے اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا

"ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہ گار ہے۔" (مسلم)

آپ ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کرنے والے کی نفسیاتی کیفیت اس طرح بیان فرمائی۔

"بہت برا ہے وہ بندہ جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ جب ارزانی ہوتی ہے تو برا محسوس کرنے لگتا ہے اور جب گرانی ہوتی ہے تو خوش ہو جاتا ہے۔ (رزین)"

ایک اور حدیث میں ذخیرہ اندوز کے بارہ میں یوں فرمایا:

"بازار میں مال لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ، حاکم)

ذخیرہ اندوزی ہی کی ایک قسم یہ ہے کہ شہر میں رہنے والا کوئی شخص کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ باہر کا کوئی شخص ضرورت کی اشیاء بازار کے بھاؤ فروخت کرنے کے لئے لائے لیکن اس کے پاس کوئی شہری پہنچ کر یہ کہے کہ مال میرے حوالے کردو تاکہ میں بعد میں اسے زیادہ قیمت پر فروخت روں۔ اگر دیہاتی خود فروخت کرتا تو چیز سستے داموں فروخت ہو جاتی۔ وہ خود بھی نفع کماتا اور دوسرے لوگ بھی فائدے میں رہتے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں اس چیز کا بہت زیادہ رواج تھا چنانچہ سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔

"ہمیں اس بات سے منع کیا گیا تھا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے خواہ وہ اس کا سگا مائی ہی کیوں نہ ہو۔" (بخاری۔ مسلم)

معلوم ہوا کہ اسلام میں مصلحت عامہ، ذاتی تعلقات پر فوقیت رکھتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا

"کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعہ رزق دے گا۔ (مسلم)

اس سے ایک اور تجارتی اصول ہاتھ آتا ہے کہ بازار، قیمتوں اور مبادلہ کو کسی مداخلت کے بغیر اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ فطری مقابلہ NATURAL COMPETITION اور طبعی عوامل کے ذریعہ قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہے۔

۷۔ ایک مسلمان تاجر کو اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مصنوعی مداخلت کر کے قیمتوں کو بڑھائے۔ حدیث میں ایک لفظ "بخش" ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع ۔ ہہ۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی تشریح کے مطابق بخش یہ ہے کہ کسی شخص کا ارادہ مال خریدنے کا نہیں، لیکن وہ ویسے ہی قیمت زیادہ لگا دے تاکہ دوسرا شخص زیادہ قیمت دے کر مال خریدے۔ یہ بھی دراصل دھوکہ دہی کی ایک قسم ہے لہذا یہ

بھی اسلام میں ممنوع ہے۔

۸۔ ایک مسلمان تاجر کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ مال کو منڈی میں آنے سے پہلے اس کو شہر سے باہر جا کر خریدے۔ اس طریقے سے مال کی منڈی میں آمد ٹھیک طور پر نہیں ہو سکے گی۔ اور بازار میں قیمتیں مستحکم نہیں ہو سکیں گی۔ اس صورت میں فروخت کنندہ کو چونکہ منڈی کے بھاؤ کا علم نہیں ہوتا لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا مال کم قیمت پر فروخت کر دے جس سے اسے نقصان ہو۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے بازار میں مال آجانے پر فروخت کنندہ کو سودا فسخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ (مسلم)

۹۔ بعض تاجر یہ علم ہوتے ہوئے کہ یہ مال چوری کا ہے یا ناجائز طریقہ سے حاصل کیا گیا ہے، پھر بھی اسے خرید لیتے ہیں کیونکہ وہ سستا ہوتا ہے اور اس پر زیادہ منافع کی امید ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسے مال کی خرید سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں دراصل چور اور غاصب کے ساتھ ایک قسم کا تعاون ہوگا اور اسلام برائی میں تعاون کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

من اشتری سرقتہ وھویعلم انھا سرقتہ فقد اشترک فی اثمھا و عارھا (بیقی)

جس شخص نے چوری کا مال خریدا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے تو وہ اس کے گناہ اور برائی میں شریک ہوا۔

۱۰۔ ایک مسلمان تاجر کو سود سے بچنے کی بھی اسلام نے نہایت تاکید کی ہے کیونکہ یہ معاشرہ کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ اسلام نے تجارت کے ذریعہ مال اور نفع کمانے کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔

یا ایھا الذین آمنو ولاتا کلو اموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃ عن تراض منکم (النساء : ۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال باطل اور ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہو جائے۔

معلوم ہوا کہ تارت سے مال کمانا اور نفع حاصل کرنا شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے تجارت کی غرض سے سفر کرنے ولوں کی تعریف کی ہے، لیکن سود کے ذریعہ مال کمانا اسلام کی نگاہ میں ایک بہت بڑا جرم ہے کیونکہ سود سے ارتکاز زر ہوتا ہے جس کی وجہ سے امیر روز بروز امیر اور غریب روز بروز غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ سود کھانا شریعت اسلامیہ میں اللہ اور اس کے رسول سے گویا اعلان جنگ کرنا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

یا ایھا الذین آمنو اتقو اللہ و ذروامابقی من الربا ان کنتم مؤمنین۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ، وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولا

اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو اور جو سود تمہارا باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم مومن ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اگر تم توبہ کر لو تو اصل زر لینے کا تمہیں حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ (البقرۃ:۲۷۸-۲۷۹)

اندازہ فرمائیے کتنا سخت حکم ہے سود کی ممانعت کا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دینے میں انسان کے اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی مصالح کا لحاظ کیا ہے۔ اور جدید تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ سود کی حرمت کے بارہ میں اسلام کا نقطہ نظر بالکل صحیح ہے۔ آج سرمایہ دارانہ نظام میں جس قدر بھی خرابیاں ان میں اس سود کا اکثر و بیشتر حصہ ہے۔ سود طاقتور کے مفاد کی خاطر غریب کا خون چوس لینے کا نام ہے۔ اس سے ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دن بدن مالدار ہو جاتا ہے اس سے معاشرہ میں باہمی کشمکش کی آگ بھڑکتی ہے۔ اس وجہ سے اسلام نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے۔ سود کے حرام ہونے کی اور بھی بہت سی وجوہات ہیں چنانچہ امام فخر الدین رازی نے ان میں سے کئی ایک کو بیان کیا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے سود لینے والے، دینے والے اور سود کے کاغذات لکھنے والے پر لعنت کی ہے کیونکہ یہ سارے لوگ اس گناہ میں معاونت کرتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے:

لعن اللہ آکل الرباء وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی)

البتہ اگر شدید ضرورت سودی معاملہ کرنے کی متقاضی ہو تو ایسی صورت میں کھانے والا ہی گنہ گار ہوگا۔ بشرطیکہ ضرورت حقیقی ہو صرف اپنی ضرورت یا ترقی کے کاموں میں توسع پیش نظر نہ ہو جیسا کہ لوگ آجکل اپنے کاروبار کی ترقی کے لئے بنکوں یا دوسرے مالیاتی اداروں سے سود پر روپیہ قرض لیتے ہیں۔

قرض، خواہ سود پر ہو یا بغیر سود کے ہو، دونوں صورتوں میں کوئی اچھی شے نہیں۔ قرض سے آدمی کی رات کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اور آدمی کئی ایک گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جناب رسول ﷺ نے قرض سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا منقول ہے۔

اللھم انی اعوذبک من غلبتہ الدین وقھر الرجال۔ (ابوداؤد)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور آدمیوں کے قہر سے............ ایک اور حدیث میں یوں ہے۔

اعوذ باللہ من الکفر والدین (نسائی)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور قرض سے۔

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا کفر اور قرض برابر ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذبک من الماثم والمغرم

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور قرض سے
ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ اکثر قرض سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی جب مقروض ہوتا ہے کہ تو اس کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ (بخاری)

قرض کا خوف دلانے کے لئے آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔
چنانچہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:
"شہید کا ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے سوائے قرض کے۔ (مسلم)

یہ تھیں کاروبار اور تجارت کے بارہ میں اسلام کی چند تعلیمات جن کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ہر مسلمان تاجر کے لئے یہ ضروری ہے کہ تجارت کرتے وقت اسلام کی ان تعلیمات کو ذہن میں رکھے اور ان پر عمل کرے۔

ادارہ

مسافرینِ آخرت

مجلس احرار اسلام حاصل پور کے امیر اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن جناب حاجی محمد اشرف صاحب کے والد ماجد جناب حاجی میاں نذیر احمد صاحب ۲۸ شوال ۱۴۱۵ھ، ۳۰ مارچ ۱۹۹۵ء بروز جمعرات رحلت فرما گئے۔ مرحوم عرصہ دراز سے امراضِ سینہ میں مبتلا تھے۔ وہ ایک صالح اور خلیق انسان تھے۔ آخری وقت تک صوم وصلوٰۃ اور تلاوت قرآن کریم کی نعمت سے سرفراز رہے۔

- لاہور میں ہمارے محترم کرم فرما جناب قاری عبدالقیوم صاحب (مہتمم جامعہ صدیقیہ) کے چھوٹے بھائی قاری عبدالعزیز صاحب گزشتہ ماہ انتقال فرما گئے۔
- چک نمبر ۱۰۹-۱۲ ایل، چیچا وطنی کے سابق احرار کارکن جناب محمد شریف راعی کی اہلیہ اور ہمارے دوست محترم کفایت اللہ صاحب کی ممانی صاحبہ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئیں۔

ہمارے کرم فرما بھائی محمد رمضان صاحب (لال دین خیر دین فرم ملتان) کی ہمشیر صاحبہ گذشتہ دنوں انتقال فرما گئیں۔
مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کے رکن جناب صوفی محمد یوسف صاحب کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئیں۔
جلال پور پیر والہ سے نقیب کے قاری اور ادارہ کے معاون جناب شبیر احمد سعید صاحب اور قاری نذیر احمد صاحب کے چچازاد محمد سلیم اختر گزشتہ ماہ اچانک انتقال کر گئے۔
اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا گو ہیں اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحومین کے لئے خاص طور پر دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔